110597 - بیوی کا خاوند کی طلاق سے انکار اور خاوند کا بیوی سے جماع نہ کرنے اور اولاد پیدا نہ کرنے کا حکم

سوال

میرے دو سوال ہیں: کہ کیا عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ خاوند کی جانب سے دی گئی طلاق سے انکار کر دے ؟ اور اگر خاوند اپنی بیوی سے مباشرت کرنے سے انکار کر دے اور خاص کر جب بیوی بڑی شدت سے حاملہ ہونا چاہتی ہو اور خاوند انکار کرے تو اس میں شرعی حکم کیا ہے ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

جب خاوند اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو طلاق واقع ہونے کے اعتبار سے بیوی کو طلاق سے انکار کا کوئی حق نہیں بلکہ جب خاوند طلاق دے دے تو یہ طلاق واقع ہو جائیگی چاہے بیوی انکار بھی کرتی رہے، اور پھر اصل میں طلاق دینا مکروہ ہے اسی لیے ابتدائی طور پر طلاق دینا مرغوب نہیں ہے.

لیکن ہو سکتا ہے کہ ازدواجی زندگی میں کوئی ایسا مسئلہ کھڑا ہو جائے جس سے خاوند اور بیوی کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا مستحیل اور مشکل ہو جائے، تو اس حالت میں اللہ سبحانہ و تعالی نے پوری مکمل حکمت کے ساتھ طلاق دینا مشروع کی ہے.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اصل میں طلاق دینا ممنوع ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے، بلکہ یہ تو بقدر ضرورت و حاجت مباح کی گئی ہے، جیسا کہ صحیح میں جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ابلیس لعین اپنا تخت سمندر پر لگاتا ہے اور اپنے لاؤ لشکر روانہ کرتا ہے، اور اس کے سب سے زیادہ قریب وہ شیطان ہوتا ہے سب سے زیادہ بڑا فتنہ پھیلانے والا ہو.

چنانچہ ایک شیطان آ کر کہتا ہے: میں اس شخص کے ساتھ ہی چمٹا رہا حتی کہ اس نے یہ عمل کیا، اور ایک شیطان آ کر کہتا ہے میں اس کے ساتھ ہی چمٹا رہا حتی کہ میں نے اس اوراس کی بیوی کے مابین علیحدگی کرا دی، تو ابلیس

اس كے قريب ہو كر كہتا ہے ہاں تو نے بہت اچھا كام كيا، اور پھر اسے اپنے ساتھ لگا ليتا ہے "

اور پھر اللہ سبحانہ و تعالى نے جادو كى مذمت ميں فرمايا:

اور وہ ان دونوں فرشتوں سے وہ كچھ سيكھتے ہيں جس سے آدمى اور اس كى بيوى كے مابين جدائى كرائى جاتى ہے " انتہى

ديكھيں: مجموع الفتاوى (33 / 81).

اور ايك مقام پر رقمطراز ہيں:

" اگر طلاق دينے كى ضرورت نہ ہوتى تو دليل اس كى حرمت كى متقاضى تھى، جيسا كہ اس پر آثار اور اصول دلالت كرتے ہيں، ليكن اللہ سبحانہ و تعالى نے اپنے بندوں پر رحمت كرتے ہوئے اسے مباح قرار ديا ہے؛ كيونكہ بعض اوقات انہيں اس كى ضرورت ہوتى ہے " انتہى

ديكھيں: مجموع الفتاوى (32 / 89).

جب بيوى محسوس كرے كہ خاوند اسے طلاق دينا چاہتا ہے تو بيوى كے ليے ممكن ہے وہ اہل خير اور عقل و دانش والوں كو درميان ميں ڈال كر خاوند كو طلاق دينے سے روك دے، اور اسى طرح اس كے ليے يہ بھى ممكن ہے كہ وہ كچھ اخراجات وغيرہ سے دستبردار ہو جائے، يا پھر اپنا كوئى دوسرا حق چھوڑ دے يا رات بسر كرنے ميں كچھ كمى كر كے خاوند كو طلاق نہ دينے پر راضى كر لے جس طرح سودہ بنت زمعہ رضى اللہ تعالى عنہا كو محسوس ہوا كہ نبى كريم صلى اللہ عليہ انہيں طلاق دے ديں گے تو انہوں نے اپنى بارى كى رات عائشہ رضى اللہ تعالى عنہا كو ہبہ كر دى تھى كيونكہ نبى كريم صلى اللہ عليہ ان سے زيادہ محبت كرتے تھے.

سودہ رضى اللہ تعالى عنہا يا دوسرى بيويوں نے جو بھى خرچ كيا كہ وہ نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كى دنيا ميں بھى اور آخرت ميں بھى بيوى رہيں وہ كوئى زيادہ نہ تھا.

اللہ سبحانہ و تعالى كا فرمان ہے:

اور اگر عورت كو خدشہ ہو كہ اس كا خاوند بدماغى كريگا اور بےپراوہى سے كام لےگا تود ونوں آپس ميں جو صلح كر ليں اس ميں كسى پر كوئى گناہ نہيں، صلح بہت بہتر چيز ہے جمع ہر ہر نفس ميں شامل كر دى گئى ہے، اگر تم اچھا سلوك كرو اور پرہيزگارى اختيار كرو تم جو كر رہے ہو اس پر اللہ تعالى پورى خبردار ہے النساء (128).

ابن عباس رضى اللہ تعالى عنہما بيان كرتے ہيں كہ:

" سودہ رضی اللہ تعالی عنہا کو خدشہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں طلاق دیں دینگے چنانچہ انہوں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے طلاق مت دیں اور مجھے اپنے پاس ہی رکھیں، اور میرا دن آپ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے لیے رکھ لیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں آپس میں صلح کر لیں اور صلح بہت ہی بہتر ہے .

اس لیے دونوں خاوند اور بیوی جس پر بھی صلح کر لیں وہ جائز ہے.

اسے امام ترمذی نے حدیث نمبر (3040) میں روایت کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ترمذی میں صحیح قرار دیا ہے.

اور اس آیت کی تفسیر عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے بھی اسی طرح ثابت ہے.

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں:

اور اگر عورت کو اپنے خاوند کی بدماغی اور بےپرواہی کا خوف ہو "

اس کی تفسیر میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا:

عورت کسی مرد کے پاس ہو جو اس سے کثرت نہ رکھتا ہو اور اسے طلاق دینا چاہتا ہو اور کسی دوسری عورت سے شادی کرنا چاہتا ہو، تو بیوی اسے کہے: مجھے رکھ لو اور طلاق نہ دو اور پھر میرے علاوہ کسی اور سے بھی شادی کر لو، اور مجھ پر نفقہ سے بھی تمہیں چھٹی، اور تقسیم کی بھی، تو اس کے متعلق ہی اللہ تعالی کا فرمان ہے:

" چنانچہ ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں صلح کر لیں، اور صلح بہت بہتر ہے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (4910) صحیح مسلم حدیث نمبر (3021).

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" جب عورت اپنے خاوند کی نفرت کا خدشہ رکھتی ہو یا طلاق کا تو اس کے لیے اپنے حق سے دستبردار ہونا جائز ہے، یا کچھ حق سے دستبردار ہو جائے، مثلا نان و نفقہ یا لباس یا رات بسر کرنا وغیرہ کوئی حق بھی، اور خاوند اسے قبول کرے تو اس میں کوئی گناہ نہیں، نہ بیوی پر اور نہ ہی خاوند پر کوئی گناہ ہوگا، اسی لیے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

ان دونوں پر صلح كرنے ميں كوئى گناہ نہيں "

پھر فرمايا:

" اور صلح كرنا بہت بہتر ہے "

يعنى عليحدگى اور طلاق سے صلح كرنا بہت ہى بہتر ہے " انتہى

ديكھيں: تفسير ابن كثير (2 / 426).

چنانچہ طلاق تو خاوند كے ہاتھ ميں ہے، اور بيوى كو طلاق سے انكار كا حق حاصل نہيں جو طلاق واقع ہونے ميں مانع ہو، بيوى كو چاہيے كہ اگر وہ اسے اپنا خاوند ركھنا چاہتى ہے تو پھر وہ اہل خير و بھلائى كو درميان ميں ڈال كر خاوند كو طلاق سے روك سكتى ہے، اور بيوى كو يہ حق بھى حاصل ہے كہ وہ اس كے مقابلہ ميں اپنے كچھ حقوق سے دستبردار ہو جائے تا كہ خاوند اسے طلاق نہ دے.

اور اگر پھر بھى خاوند طلاق ہى دينا چاہے تو اميد ہے كہ اسى ميں دونوں كے ليے خير ہے، جيسا كہ اللہ سبحانہ و تعالى كا فرمان ہے:

اور اگر وہ دونوں عليحدہ ہو جائيں تو اللہ تعالى ہر ايك كو اپنے وسعت سے غنى كر ديگا، اور اللہ تعالى وسعت والا حكمت والا ہے النساء (130).

دوم:

خاوند اور بيوى كو چاہيے كہ وہ دونوں ايك دوسرے كو عفت و عصمت والا بنائيں، اور كسى بھى ايك كے ليے حرام ہے كہ وہ دوسرے كو ضرر دينے كے ليے جماع سے اجتناب كرے، بلاشك و شبہ اس حالت ميں خاوند اور بيوى كے مابين كوئى فرق نہيں، اگرچہ بيوى كو شہوت نہ ہو تو بھى خاوند بيوى كے ساتھ اپنى شہوت پورى كرتا ہے، اور اس كے برعكس نہيں.

كيونكہ خاوند كا تو شہوت كى انتشار اور ہيجان كا رغبت سے تعلق ہے، اور جماع اس كے بغير نہيں ہو سكتا، ليكن جو اپنى بيوى كو عفت و عصمت والا بنا سكنے كے باوجود ايسا نہ كرے تو وہ گنہگار ہوگا؛ كيونكہ استمتاع خاوند اور بيوى دونوں كا مشتركہ حق ہے.

الا يہ كہ اگر خاوند نے بيوى سے جماع اس بنا پر كيا ہو كہ بيوى نے اللہ كى جانب سے واجب كردہ كو ترك كيا ہو، يا پھر كسى معصيت كى مرتكب ہوئى ہو، يا پھر بيمارى يا كمزورى كى بنا پر جماع نہ كيا جائے.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا:

ایك شخص اگر اپنی بیوی سے ایك یا دو ماہ تك جماع نہ کرے تو کیا وہ گنہگار ہوگا یا نہیں، اور کیا خاوند سے اس کا مطالبہ کیا جائیگا ؟

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا جواب تھا:

" خاوند پر بیوی سے اچھے اور بہتر طریقہ سے مباشرت کرنا واجب ہے، اور یہ اس کے یقینی اور تاکیدی حقوق میں شامل ہوتا ہے، اور یہ حق بیوی کو کھانا کھلانے سے بھی بڑا ہے اور وطئ کرنا واجب ہے، کہا جاتا ہے کہ: ہر چار ماہ میں ایك بار واجب ہے، اور ایك قول یہ بھی ہے کہ: بیوی کی ضرورت اور خاوند کی استطاعت و قدرت کے مطابق ہے، بالکل اسی طرح جیسے وہ حسب قدرت اور استطاعت اسے کھانا دیتا ہے، اور دونوں میں صحیح قول یہی ہے " انتہی

دیکھیں: مجموع الفتاوی (32 / 271).

مستقل فتوی کمیٹی کے علماء کرام کا کہنا ہے:

" جس نے بھی اپنی بیوی کو تین ماہ سے زیادہ چھوڑ رکھا اگر تو یہ بیوی کی بددماغی یعنی حقوق زوجیت میں سے واجب حقوق میں خاوند کی نافرمانی کی بنا پر ہو، اور بیوی وعظ و نصیحت اور اسے خاوند کے واجب کردہ حقوق کی یاد دہانی کے باوجود اس پر مصر ہو تو پھر خاوند کو حق ہے بیوی کو سبق سکھلانے کے لیے جتنا چاہے بستر میں چھوڑ رکھے حتی کہ وہ راضی خوشی خاوند کے حقوق ادا کرنے لگے.

اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ نے بھی تو اپنی بیویوں کو چھوڑا تھا، اور آپ ان کے پاس ایك ماہ تك نہیں گئے تھے.

رہا مسئلہ بیوی سے بات چیت چھوڑنے کا تو تین ایام سے زائد بات چیت چھوڑنا جائز نہیں؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی فرمایا ہے.

انس بن مالك رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" کسی بھی مسلمان شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے "

اسے بخاری و مسلم اور امام احمد نے روایت کیا ہے.

لیکن اگر خاوند اپنی بیوی کو ضرر و نقصان دینے کے لیے چار ماہ تك مباشرت سے دور رکھے اور اس میں بیوی نے

خاوند کے حقوق میں کوئی کوتاہی نہ کی ہو تو یہ ایلاء کرنے والے کی طرح ہی ہے چاہے اس نے قسم نہ اٹھائی ہو، ہم اسے ایلاء کی مدت شمار کرینگے، اور جب ایلاء کی مدت گزر جائے اور خاوند اپنی بیوی سے رجوع نہ کرے اور استطاعت ہونے کے باوجود حیض یا نفاس میں نہ ہونے کے باوجود اس سے جماع نہ کرے تو اسے طلاق کا حکم دیا جائیگا، اور اگر وہ نہ تو بیوی سے رجوع کرے اور نہ ہی طلاق دے اور بیوی کے مطالبہ پر قاضی یا تو طلاق دےگا یا پھر اس کا نکاح فسخ کر دیگا.

اللہ تعالی ہی توفیق دینے والا ہے، اللہ تعالی ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل اور صحابہ کرام پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے" انتہی

الشیخ عبد العزیز بن باز.

الشیخ عبد العزیز آل شیخ.

الشیخ صالح الفوزان.

الشیخ بکر ابو زید.

دیکھیں: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (20 / 261 - 263).

ایسے ہی ہم یہ تنبیہ بھی کرتے ہیں کہ اولاد پیدا کرنا خاوند اور بیوی دونوں کا مشترکہ حق ہے، کسی ایك کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس حق کو صرف اپنے لیے ہی مخصوص کر لے اور دوسرے کا خیال نہ کرے.

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اہل علم کا کہنا ہے: آزاد عورت کی اجازت کے بغیر عزل نہیں کیا جا سکتا، یعنی خاوند آزاد بیوی سے بیوی کی اجازت کے بغیر عزل (انزال باہر کرنا) نہیں کر سکتا؛ کیونکہ بیوی کو بھی اولاد کا حق حاصل ہے، پھر بیوی کی اجازت کے بغیر خاوند کے عزل کرنے میں بیوی کے استمتاع میں نقص و کمی ہے، اس لیے کہ عورت کا استمتاع تو ہوتا ہی انزال کے بعد ہے.

اس بنا پر بیوی کی اجازت کے بغیر عزل کرنے میں بیوی کو کمال استمتاع حاصل نہیں ہوگا، اور اسے اس سے خوشی حاصل نہیں ہوگی، اور اسی طرح عزل میں اولاد بھی حاصل نہیں ہوگی، اس لیے ہم نے شرط لگائی ہے کہ بیوی کی اجازت سے عزل کیا جائے " انتہی

دیکھیں: فتاوی اسلامیۃ (3 / 190).

مزید آپ سوال نمبر (5971) اور (10680) اور (93230) کے جوابات کا مطالعہ ضرور کریں.

واللہ اعلم .